شذرات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نبوت سے لے کر سات سال تک اپنے نظریات افکار اور نصب العین کو اپنے ساتھیوں صحابہ کرام کو تعلیم دیتے رہے اور اس کے ساتھ اس تعلیم پر عمل کرنا سکھاتے رہے، آپ کی یہ جماعت قریش کے بالمقابل بہت کم تھی مگر عملی طور پر ایک مضبوط اور قوت در جماعت تھی، ان کے پاس صحیح پروگرام موجود تھا اور ان کو عمل کرنے کا راستہ بھی سکھایا گیا تھا۔ یہ جماعت شروع میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے قبل خفیہ طور پر کام کرتی تھی اور یہ آجکل کے انڈر گراؤنڈ کام کرنے کی طرح تھی۔

قریش بیت اللہ کے مجاور تھے جنھوں نے اپنے بزرگوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے طریقہ کو چھوڑ کر بیت اللہ کے اندر بت رکھ چھوڑے تھے اور بت پرستی شروع کی تھی، بیت اللہ جیسے مرکز پر قابض ہونے کی وجہ سے عرب دوسری قوموں سے معزز مانے جاتے تھے اور دوسرے سب لوگ قریش کی عزت کرتے تھے اور ان کو اپنا سردار تصور کرتے تھے۔ اور وہ بھی قریش کی پیروی میں بت پرست اور مشرک تھے۔

اس وقت عربوں میں ایک جماعت حنفاء کی بھی تھی جس کو عام تنفر جماعت کہتے تھے۔ یہ حنفاء جماعت اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحیح پیرو کار جان کر بت پرستی سے احتراز کرتے اور جو تھوڑی بہت رسوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلی آرہی تھیں ان پر وہ عمل پیرا تھے مگر کوئی صحیح قانون ان کے پاس بھی نہ تھا۔

بعد میں یہود اور نصاریٰ بھی قلیل تعداد میں عرب کے اندر آ گئے تھے اور وہ بھی توحید کی باتیں کرتے تھے ان میں سے کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے منتظر تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے چھٹے سال کے آخر میں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابو طالب کی وفات ہوئی اور ساتواں عام الحزن غم کا سال تھا مگر جماعت نے ہمت سے کام لیا اور ترقی کے لئے گامزن رہے پھر آٹھویں سال میں ان کو غیبی امداد ملی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور امیر حمزہؓ اسلام لائے اور اس سے ان کو بڑی قوت نصیب ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ بڑی ہمت اور جرأت والے تھے، دونوں نے کہا کہ اب ہم کھل کر اسلام کا کام جاری رکھیں گے اس بات کو دیکھ کر قریش حیران رہ گئے ان کو مسلمانوں کی صحیح قوت کا اس سے پہلے کوئی اندازہ نہ تھا کیونکہ عام طرح تبلیغ خفیہ طریقوں سے چلی تھی اور آخرکار قریش کو اس انقلابی جماعت کے وجود کو تسلیم کرنا پڑا۔ اسی آٹھویں سال نبوت میں قرآن مجید کی سات سورتیں حوامیم نازل ہوئی۔ جن میں حکومت کے دستوری قوانین بتلائے گئے۔

ہمارے آج کل کے علمائے کرام جب بھی اسلامی قوانین کا نام لیتے ہیں تو ان کے سامنے صرف حدود کے چند قوانین ہوتے ہیں حالانکہ یہ اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھے اس وقت اسلامی آئین و قوانین میں سارا زور انسانیت کی بہبود اور عوام کی رفاہیت اور عدل رسانی پر تھا، اقتراب کے ساتھ ارتفاق پر زیادہ زور تھا۔ مگر افسوس کہ آج کل کے مبلغ اپنے وعظوں اور نصیحتوں میں سماجی اور حقوق العباد کے کاموں پر کوئی زور نہیں دیتے۔ انہوں نے اسلامی قانون صرف حدود کو سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ فقہ حنفی یا کسی دوسرے مسلک کے فقہ میں حدود کے چند ابواب ہیں باقی مسائل تو سب کے سب ارتفاق یا انسانی معاشرہ کے ہیں، جن کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مشہور تالیف حجۃ اللہ بالغہ میں فرمائی ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ ایسی حکومت ہو جس کی بنیاد مساوات انسانی پر ہو اور ان کا حاکم اپنے آپ کو داعی الی اللہ خیال کرے وہ بادشاہ یا آمر نہ ہوگا اور حکومت کے افراد بھی اسی انقلابی نظریہ کے حامل ہوں صحابہ کرام اسی نظریہ کے حامل تھے اور سب اپنے آپ کو داعی الی اللہ سمجھتے تھے، فروعی اختلافات سے احتراز کرتے تھے اور اسلامی مساوات اور اخوت پر زور دیتے تھے۔

اپنے ملک کے اندر آج کل جو باہمی نزاع اور جنگ و جدال جاری ہے۔ اس کا بھی اصل سبب صحیح مذہب سے بے خبری ہے دیکھا یہ گیا ہے کہ مذہبی طبقہ بھی بظاہر تو اتحاد اور

صلح کی تبلیغ کرتے ہیں مگر ہمارا تجربہ ہے کہ زیادہ تر عصبیت کی خفیہ تعلیم وہ خود دیتے ہیں اور ان اختلافوں کو مذہبی رنگ دے کر اور اختلافات کو ابھارتے ہیں۔ ہر صوبہ کے مذہبی طبقہ کو آپ دیکھیں تو یہ بات نظر آئے گی۔ یہ ایسی آگ ہے کہ اگر خوانخواستہ پھیل گئی تو ملک کو ختم کرکے رکھ دے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں نے مذہب کو صرف آلہ کار بنایا ہے، ورنہ اکثریت نے تو انسانیت کو چھوڑ دیا ہے، اگر انسانیت کو صحیح طور پر سمجھیں تو یہ اختلاف اور جھگڑے کبھی نہ ہوں۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا ہے یہ کتنی درندگی اور بھیانک بات ہے۔

حکیم الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے بدور بازغہ میں فرمایا ہے کہ انسان تب انسان بنتا ہے جب وہ حیوانیت سے ممتاز ہوکر اپنے اندر میں اوصاف حمیدہ پیدا کرے پھر سب سماجی اور معاشرتی مسائل کا ذکر فرمایا ہے اور عادلانہ نظام پر زور دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان چیزوں کی تکمیل سے انسان انسان ہوتا ہے اور پھر اس کو مذہب کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور یہ بات معقول نظر آتی ہے کیونکہ جب تک انسان حیوانیت سے ممتاز نہیں بنا تو اس میں اور گدھے میں کوئی امتیاز نہ ہوگا اور اس کو خداوند قدوس کی معرفت اور حقوق العباد سے کیا تعلق ؟ اللہ پاک رحم فرمائے اور دعا ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے سبق عطا فرمائے آپ نے کس طرح ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور ہم میں جو بھائیوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں۔ یہ سب معاشی ناانصافی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر انسان دوسروں سے عدل کی توقع رکھتا ہے تو پہلے اس کو خود عدل پر چلنا ہوگا۔ اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنا ہوگا۔